رسول اکرم ﷺ اور حضرت عبد المطلب کا باہمی تعلق: ایک تحقیقی مطالعہ

The Relationship between Prophet Muhammad (peace be upon him) and Hazrat Abdul Muttalib: An Exploratory Study

Syeda Shumaila Rubab Rizvi
Visiting Lecturer Institute of Islamic studies
Shah Abdul Latif university Khairpur Mirs
Email: shumaila.rubab@salu.edu.pk

ABSTRACT

This exploratory study delves into the profound and historically significant relationship between the Prophet Muhammad (Peace Be Upon Him) and his grandfather, Hazrat Abdul Muttalib. This relationship, often overshadowed by the narrative of the Prophet's later life and mission, is a crucial chapter in the life of the greatest figure in Islam. Hazrat Abdul Muttalib played a pivotal role in shaping the early life of the Prophet and influencing the foundations of the Islamic faith. This research seeks to uncover the nuanced aspects of their relationship, shedding light on the formative years of the Prophet. Key areas of investigation include the familial bonds, mentorship, and spiritual guidance that Hazrat Abdul Muttalib provided to his beloved grandson. The study explores the cultural and social milieu of 6th century Mecca, where the seeds of the Islamic faith were sown and nurtured within the confines of the Hashemite clan. By analyzing historical records, oral traditions, and early Islamic texts, the study seeks to reconstruct the dynamics of their relationship and its influence on the Prophet's character and values.

The study also investigates the pivotal moments and events that highlight the mentorship of Hazrat Abdul Muttalib, particularly during the Prophet's formative years. The role of Hazrat Abdul Muttalib in safeguarding the Kaaba, a central sanctuary in Mecca, and the wisdom he imparted to the young Muhammad are subjects of specific interest. This research contributes to a more comprehensive understanding of the life and influences that shaped the Prophet Muhammad, offering insights into the familial, cultural, and spiritual elements that laid the groundwork for the birth of Islam. By exploring the relationship between Prophet Muhammad and Hazrat Abdul Muttalib, we gain a deeper appreciation of the roots of the Islamic faith and the profound connection between the Messenger of God and his grandfather, whose teachings and values continue to resonate within the Islamic tradition.

Keywords: Prophet Muhammad, Hazrat Abdul Muttalib, Islam, Grandfather, Relationship, Early Life, Islamic History.

مقدمہ

اس تحقیقی مقالے کا موضوع "رسول اکرم ﷺ اور حضرت عبد المطلب کا باہمی تعلق" ہے جو اسلامی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر بے شمار تحقیقی مقالات موجود ہیں تاہم حضرت عبد المطلب کی شخصیت اور آپ سے ان کے تعلق پر تحقیق نہ ہونے کے برابر ہے۔ رسول اکرم ﷺ اور حضرت عبد المطلب کے باہمی تعلق کے مطالعے سے ان کے زمانے کے سیاسی، اجتماعی اور دینی ماحول کو بہتر طریقے سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اس تحقیقی مقالے کا ہدف ہے کہ تاریخی سیاق میں رسول اکرم ﷺ اور حضرت عبد المطلب کے باہمی تعلق کا مطالعہ کیا جائے، اس تعلق کی اہمیت اور اثرات کو بیان کیا جائے، اور ان کا یہ تعلق دینی منظرنامے پر کیسے اثرانداز ہوا اس کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے۔

جناب عبد اللہ اپنے فرزند حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت سے پہلے مدینے ہی میں اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور وہیں ایک جگہ "دار النابغہ" میں دفن کیے گئے، لیکن ایک دوسرا قول ہے کہ حضرت رسولؐ کی ولادت ہو چکی تھی اور آپؐ کی عمر مبارک دو ماہ یا اس سے زیادہ تھی کہ جناب عبد اللہ کا انتقال ہوا۔[1]

یعقوبی اور دوسرے مؤرخین کے مطابق دوسرا قول اجماعی ہے اور اسے زیادہ تر علماء اور دانشوروں نے تسلیم کیا ہے۔ جب کہ ابن اثیر اسد الغابہ میں پہلے قول کو مضبوط و محکم جانتے ہیں۔[2]

جناب عبد اللہ کی وفات کا ماجرا یوں لکھا گیا ہے کہ آپ تجارت کی غرض سے قریش کے قافلہ کے ہمراہ شام تشریف لے گئے۔ شام سے واپسی کے دوران بیمار ہوئے اور اسی قرابتداری کی بناء پر آپ "بنی عدی بن نجار" کے یہاں ٹھہرے لیکن آپ کی بیماری نے طول کھینچا اور ایک ماہ بعد آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جب قریش کا قافلہ مکہ پہنچا اور عبد المطلب نے ان کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مدینہ میں بیمار پڑے ہیں۔ جناب عبد المطلب نے اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کو مدینہ روانہ کیا۔ جب حارث مدینہ پہنچے تو انہیں جناب عبد اللہ کے انتقال کی خبر ملی۔

حضرت رسول خدا کو میراث میں کیا ملا؟

جیسا کہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے، آنحضرت کو جناب عبد اللہ سے میراث میں سے جو چیزیں ملیں وہ یہ تھیں۔ ایک کنیز جس کا نام "ام ایمن" تھا، پانچ اونٹ، گوسفندوں کا ایک ریوڑ، تلوار اور کچھ نقد۔[3] اسی سے ملتی جلتی بات واقدی نے کتاب "المنتقیٰ فی مولود المصطفیٰ" میں نقل کی ہے۔ جس میں تلوار و نقد کے علاوہ بقیہ چیزوں کا ذکر ہے۔[4]

یہ ام ایمن وہی کنیز ہیں جنھوں نے جناب آمنہ کی وفات کے بعد حضرت رسول اللہؐ کی پرورش کی اور ہمیشہ آنحضرتؐ کے ہمراہ رہیں۔ جب حضور اکرمؐ بڑے ہوئے تو انہیں آزاد کر دیا اور زید بن حارثہ سے ان کی شادی کر دی۔ آپ، آنحضرتؐ کی رحلت کے پانچ یا چھ ماہ بعد تک زندہ رہیں۔

آنحضرتؐ کی رضاعت کا زمانہ

مؤرخین کے مطابق حضرت رسول اکرمؐ نے ولادت کے بعد سات روز تک اپنی مادر گرامی جناب آمنہ کا دودھ پیا۔ ساتویں روز آپؐ کے جد بزرگوار جناب عبد المطلب نے آپؐ کا عقیقہ کیا اور ایک گوسفند ذبح کیا، اس کے بعد آنحضرتؐ کو جناب عبد المطلب کی کنیز "ثوبیہ" کے حوالے کیا گیا۔ ثوبیہ نے بھی چند روز حضرت کو دودھ پلایا۔[5] اس کے بعد شیر خوارگی کی آخری مدت تک یہ سعادت حلیمہ سعدیہ کو نصیب رہی۔ ثوبیہ نے جناب حمزہ بن عبد المطلب کو بھی دودھ پلایا تھا، اس لیے جناب حمزہ آنحضرتؐ کے برادرِ رضاعی بھی تھے۔ ثوبیہ نے ہجرت کے ساتویں سال انتقال کیا۔ حضرتؐ ہمیشہ ان کا احترام کرتے اور ان سے مہر و محبت سے پیش آتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دایہ کے حوالے کرنے کے مقصد کے حوالے سے سے ہم لایعنی باتوں کے ذکر سے گریز کرتے ہوئے، مؤرخین اور روایات کی جانب رخ کرتے ہیں تو ہمیں دو وجوہات نظر آتی ہیں۔ ایک آنحضرت کی والدہ کے دودھ نہ ہونا اور دوسرے اس سلسلے میں اہل مکہ کی رسم اور دستور۔

ذیل میں ہم شیعوں کی اہم کتب سے دو روایات نقل کرتے ہیں۔

(1) کافی اور مناقب ابن شہر آشوب میں حضرت جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جب حضرت رسول خداؐ اس دنیا میں تشریف لائے تو کچھ دن دودھ سے محروم رہے۔ جناب ابو طالب نے (عبد المطلب کے کہنے پر) حلیمہ کو تلاش کر کے اس پاکیزہ مولود کو دودھ پلانے کے لیے ان کے حوالے کیا۔[6]

(2) بحار الانوار میں ابو الحسن بکری کی کتاب الانوار سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں، ہمارے بزرگوں نے نقل کیا ہے کہ اہل مکہ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب ان کے یہاں بچہ سات روز کا ہو جاتا تو اس کے لیے دایہ تلاش کرتے تھے تا کہ اس کے حوالے کر دیں۔ اسی لیے لوگوں نے عبد المطلب سے کہا کہ اپنے فرزند کے لیے دایہ تلاش کریں تا کہ انھیں اس کے حوالے کیا جائے۔ [7] ان دونوں روایتوں کی وضاحت اس طرح کی جا سکتی ہے کہ کچھ بعید نہیں کہ جناب آمنہ اگرچہ جوان تھیں اور اپنے تنہا بیٹے کی خود پرورش کرنے کی خواہاں بھی۔ لیکن ممکن ہے اپنے جوان اور عزیز شوہر کی موت کے صدمے سے ان کا دودھ خشک ہو گیا ہو۔ لہٰذا وہ اپنے چہیتے فرزند کو سیر کرنے سے معذور ہوں یا یہ کہ اہل مکہ کے

رواج کے مطابق دودھ ہونے کے باوجود وہ اپنے بچے کو دایہ کے کے حوالے کرنے پر مجبور ہو گئی ہوں کیونکہ اس رسم ورواج میں بھی اہل مکہ کچھ اسباب و علل بیان کرتے ہیں۔

1۔ مکہ شہر وبا سے متاثرہ علاقہ تھا اور خاص طور سے چھوٹے اور نومولود بچوں کو اس بیماری کا خطرہ زیادہ تھا۔ اس لیے مکہ والے ان کی حفاظت کے لیے اپنے بچوں کو شہر کے باہر رہنے والی دایاؤں کے سپرد کرتے تھے تاکہ وہاں شیر خوارگی کا زمانہ گزاریں۔ چنانچہ "المنتقیٰ فی مولود المصطفیٰ" کے باب چار، فصل دو میں کازرونی کی روایت میں آیا ہے کہ حلیمہ، حضرت رسول خداؐ کو چار سال کے سن میں جناب آمنہ کے پاس لائیں لیکن جناب آمنہ نے ان سے کہا: " اِرجِعِی بِابنِی فَاِ نِّی اَخَافُ عَلَیهِ وَبَاءَ مَکَّۃَ" میرے بیٹے کو واپس لے جاؤ، میں اس کے لیے مکہ کی وبا سے خوفزدہ ہوں۔[8]

2۔ صحرا کی کھلی ہوئی ہوا الجھنوں سے دور پر سکون ماحول ہڈیوں کے محکم اور مضبوط ہونے اور جسم کے اچھی طرح صحتمند انداز میں بڑھنے کا سبب ہوتا تھا۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں جو افراد دیہاتوں اور بیابانوں میں پلتے بڑھتے ہیں، جسمانی اعتبار سے شہروں اور تہذیب کے گہواروں میں پلنے والوں سے زیادہ مضبوط اور طاقتور ہوتے ہیں۔

3۔ جو عورتیں اپنے بچوں کو دایاؤں کے حوالے کرتی تھیں انہیں شوہر کی خدمت اور دیکھ بھال کا زیادہ وقت ملتا تھا اور یہ چیز ان کی گھریلو زندگی اور گھر کے ماحول کے لیے بڑی مؤثر ہوا کرتی تھی۔ البتہ یہ پہلو جناب آمنہ کے یہاں نہیں تھا۔ کیونکہ آپ کے شوہر پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ ایک اور وجہ جو بیان کی جاتی ہے وہ خالص اور فصیح عربی زبان سیکھنے اور بولنے کے حوالے سے ہے۔ شہروں میں چونکہ مختلف علاقوں اور لہجوں والے لوگوں اور قافلوں کا آنا جارہتا ہے اس لیے عرب یہ زیادہ مناسب تصور کرتے تھے کہ دیہات کی زبان جو خالص اور فصیح ہوتی ہے ان کے بچے وہی دیہاتی لب ولہجہ سیکھ لیں۔ لہٰذا وہ لوگ اپنے بچوں کو اس سے آشنا کرنے کے لیے بھی دایاؤں کے حوالے کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبد المطلب کی آغوش میں

تاریک سماج اور جاہلی معاشرے میں دین حنیف پر قائم اور ملت ابراہیمی پر ثابت قدم، حضرت عبد المطلب کے بارے میں سعودی عرب کے بہت بڑے مفکر ڈاکٹر عبد اللہ خنیزی لکھتے ہیں کہ ولادت مصطفیٰؐ کے وقت ان پر وجدانی اور عرفان کیفیت طاری تھی۔ پوتے کو گود میں لے کر حضرت عبد المطلب خانہ کعبہ کی طرف چلے تو وارفتگی کے عالم میں یہ اشعار کہہ رہے تھے۔ ان اشعار میں حمد، دعا، شکر اور نعمت سب موجود ہے۔

الحمد لله الذی اعطانی — هٰذا الغلام الطیب الاروان

قدسادفی المهدعلی الغلمان — اعیذه بالله ذی الارکان

حتی اراہ بالغ البنیان اعذہ من شرذی شنان

من حاسد مضطرب العنان

"شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے یہ طیب و طاہر بچہ عنایت کیا ہے، اللہ اسے بچائے یہ بچہ تو گہوارہ سے آثار سعادت رکھتا ہے۔

اللہ اسے ہر افتراق پرداز سے محفوظ رکھے اور اسے کامیاب بنائے۔ خدا اسے حاسدوں کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے"۔

جب آپؐ سال کے ہوئے تو حلیمہ سعدیہ آپؐ کو لے کر مکہ آئیں۔ مکہ کے قریب پہنچی ہی تھیں کہ آپؐ گم کر بیٹھیں اور آپؐ کی گمشدگی کی اطلاع حضرت عبد المطلب کو آکر دی تا جناب عبد المطلب کعبہ میں تشریف لائے اور ان الفاظ میں دعا کناں ہوئے۔

اللھم ادراکبی محمدا اده الی و اصطنع عندی یدا

انت الذی جعلته لی عضدا لا یعد الدھربه فلیعدا

انت الذی سمیته محمدا

"یا اللہ! میرے شہسوار محمدؐ کو مجھے دے دے، اسے مجھے دے دے، میرے پاس بھیج دے اور اپنی عنایت کے سبب مجھ پر فضل و کرم کر۔ یا اللہ! تو نے ہی اس لڑکے کو میرا بازو بنایا ہے۔ یا اللہ! ایسا نہ ہو کہ زمانہ اس کو دور کر دے تو پھر یہ دور ہی ہو جائے۔ تو ہی نے اس کا نام محمدؐ رکھا ہے اور اس کو ستودگی اور ستائش سے موسوم کیا ہے"۔ (مہدی)

حضرت عبد المطلب کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت

حضرت عبد المطلب، رسول اکرم ﷺ سے انتہائی زیادہ محبت کا اظہار کرتے تھے۔ خانہ کعبہ کی تولیت کے زمانے میں ان کے لیے کعبہ کے صحن میں ایک قالین بچھایا جاتا تھا اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے تک اپنے بچھونے کے نزدیک نہیں آتے تھے۔ آپؐ اپنے چچاؤں کی گردنوں کو پھلانگتے تو عبد المطلب انہیں کہتے کہ میرے بیٹے کو چھوڑ دو، بلاشبہ میرے اس بیٹے کو بڑی شان حاصل ہو گی۔[9]

جب سیف ابن یزن یمن پر غالب آیا تو عبد المطلب اپنی قوم کے بڑے بڑے آدمیوں کے ساتھ اس کے پاس آئے اور سیف نے آپ کو ان سب پر مقدم کیا اور آپ کو ترجیح دی۔ اس نے خلوت میں آپ سے ملاقات کی اور آپ کو رسول اللہ کی بشارت دی اور آپؐ کی صفت بیان کی تو عبد المطلب نے اللہ اکبر کہا اور سیف کے قول کی صداقت کو معلوم کر لیا۔ پھر آپ سجدے میں گر پڑے۔ سیف نے اس موقعے پر آپ سے کہا میں نے جو خبر دی ہے، اُسے آپ

نے محسوس کر لیا ہے؟ آپ نے اُسے کہا ہاں اے بادشاہ! میرے بیٹے جے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو تیرے بیان کی مانند ہے۔ اس نے کہا، اس کے متعلق یہود سے اور اپنی قوم سے محتاط رہنا اور آپ کی قوم یہود سے زیادہ سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام کی تکمیل کرنے والا ہے اور اپنی دعوت کو بلند کرنے والا ہے۔ جب سے رسول اکرمؐ پیدا ہوئے اہل کتاب عبد المطلب کو آپؐ کے بارے میں کہتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے عبد المطلب کی خوشی میں اضافہ ہو جاتا تھا۔[10]

پیغمبر اسلام کی نگہبانی اور پرورش کے امور ابو طالب کے سپرد کرنا

جناب ابو طالب، پیغمبر اسلام کے والد گرامی جناب عبد اللہ کے ماں اور باپ دونوں طرف سے سگے بھائی تھے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کے دوسرے چچاؤں کی بنسبت وہ آپ پر مہربان اور شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے۔

شاید یہ بھی ایک وجہ تھی کہ جناب عبد المطلب اپنی تندرستی اور بیماری، دونوں حالتوں میں جناب ابو طالب کو پیغمبر ﷺ کی سفارش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حالت سکرات میں بھی یہ وصیت کی۔ آخر کار اپنے مرنے کے بعد آنحضرت کی کفالت کی ذمہ داری ان کے حوالے کر کے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

کتاب اسد الغابہ میں اس حوالے سے کچھ اقوال نقل ہوئے ہیں۔ مثلا یہ کہ جب عبد المطلب کے مرنے کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں جمع کیا۔ ان سب کو پیغمبر اکرم کی سفارش کی۔ کفالت کے بارے میں انہوں نے قرعہ ڈالا، قرعہ میں جناب ابو طالب کا نام نکلا، ایک دوسرے قول میں اس طرح ہے کہ یہ انتخاب خود عبد المطلب نے کیا اور اور ابو طالب کو آنحضرت کی کفالت کے لیے نامزد کیا اس لیے کہ ابو طالب دوسرے چچاؤں کے بنسبت پیغمبر سے زیاد ہ محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے، تیسرا قول یہ ہے کہ عبد المطلب نے براہ راست جناب ابو طالب کو وصیت کی اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے زیر کفالت قرار دیا۔ چوتھا قول کچھ اس طرح ہے۔ پہلے جناب زبیر نے حضور پاک کی کفالت کی اور جب زبیر اس دنیا سے کوچ کر گئے تو پھر ابو طالب نے کفالت کی ذمہ داری سنبھالی۔[11]۔ البتہ خود ابن اثیر نے اس آخری قول کو تاریخی اعتبار غلط قرار دیتے ہوئے رد کیا ہے۔ مگر تاریخ اور سیرت کی جو دوسری کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ سب نے یہ لکھا اور بیان کیا ہے کہ: عبد المطلب نے مرتے وقت ابو طالب کو رسول اللہ کا کفیل بنایا اور ان کو وصیت کی۔ مثلا: سیرہ ابن ہشام، تاریخ طبری، تاریخ یعقوبی، مروج الذہب اور طبقات ابن سعد وغیرہ۔[12]

مناقب میں ابن شہر آشوب نے اوزاعی کی کتاب سے یہ قصہ ایک دوسری طرح نقل ہوا ہے جو اس طرح ہے۔ وہ کہتا ہے: رسول اللہ ﷺ عبد المطلب کے آغوش میں زندگی بسر فرما رہے تھے۔ جب جناب عبد المطلب کی عمر ایک سو دو سال ہوئی تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک صرف آٹھ برس تھی۔ اس وقت عبد المطلب نے اپنے

بیٹوں کو اکٹھے کر کے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم یتیم ہیں ان کی سرپرستی کرو، وہ ضرورت مند ہیں ان کی ضرورتیں پوری کرو اور ان کے بارے میں میری سفارش اور وصیت کو یاد رکھو!

ابو لہب نے کہا: میں انکار کرتا ہوں۔

عبد المطلب نے اس سے کہا: انہیں تم اپنے شر سے محفوظ رکھو۔

عباس کہنے لگے: کیا میں یہ کام اپنے ذمہ لے سکتا ہوں؟

عبد المطلب نے کہا: تم ایک غصیلے آدمی ہو، ڈرتا ہوں کہیں تم انہیں کوئی اذیت نہ پہنچاؤ!

ابو طالب بولے: میں یہ حکم اپنے ذمہ لے کر آپ ؐ کی کفالت کی ذمہ داری لے سکتا ہوں؟

عبد المطلب: ہاں! ان کی سرپرستی کا کام تم اپنے ذمہ اٹھاؤ!

اس گفتگو کے بعد رسول اکرم ؐ کی طرف رخ کر کے کہا:

"یا محمد اطع لہ" ترجمہ: "اے محمد ؐ ان کی فرمانبرداری کرو!

حضرت محمد ؐ نے فرمایا: "**يا ابت لا تحزن فان لی ربا لا يضيعنی** "ترجمہ: "باباجان! آپ پریشان نہ ہوں! بلاشبہ میرا ایک رب ہے جو مجھے ضایع، برباد نہیں فرمائے گا (مجھے اپنے حال پر نہیں چھوڑے گا)۔"[13]

بہر حال سیرت نگاروں اور مؤرخین نے جناب عبد المطلب سے اس سلسلے میں کچھ اشعار بھی نقل کیے ہیں جن میں ابو طالب کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اوصيک يا عبد مناف بعدی بموحد بعد ابيه فرد

اے عبد مناف! میں تمہیں اپنے بعد ایک یکتا شخص کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، جو اپنے باپ کے بعد اکیلا رہ گیا ہے۔

فارقه و هو ضجيع المهد فكنت كالام له فی الوجد

وہ اسے گہوارے ہی میں چھوڑ گیا ہے، اور تو غم میں اس کی ماں کی مانند ہے۔

تدنيه من احنائها و الكبد فانت من ارجی بنی عندی

وہ اسے اپنے دل و جگر سے قریب سمجھتی تھی، اور تو میرے نزدیک میرے بیٹوں میں سب سے زیادہ امید کے لائق ہو۔

لدفعهم اولئک عقد

ظلم کے دور کرنے کے لیے یا گرہ کو مضبوط کرنے کے لیے۔[14]

ان اشعار میں جناب عبد المطلب اپنے بیٹے ابو طالب کہ ان اشعار کے مطابق ان کا نام عبد مناف ہے، سے مخاطب ہوتے ہوئے رسول اللہؐ کی مدد اور سرپرستی کی وصیت کرتے ہیں۔

حضرت عبد المطلب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں

رسول اللہ ﷺ جناب عبد المطلب کے ساتھ انتہائی محبت رکھتے تھے۔ جب آپؐ نبوت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے اور لوگوں کے ہر طرح کی تکالیف پر ثابت قدم رہے تو ایسے مواقع پر آپؐ نے اپنے جد محترم حضرت عبد المطلب کے سلسلہ نسب سے ہونے پر فخر فرمایا۔ آپؐ اپنے ایک منظوم کلام میں ارشاد فرماتے ہیں:

انا النبی لاکذب　　　　انا ابن عبدالمطلب

میں نبی ہوں، جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبد المطلب کا بیٹا (پوتا) ہوں۔

تا اللہ لو لا اللہ ما اھتدینا　　　　ولا تصدقنا ولا صلینا

اللہ کی قسم! اگر اللہ ہدایت نہ دیتا۔ تو ہم نہ ہدایت پاسکتے اور نہ صدقہ دے سکتے۔

فانزلن سکینة علینا　　　　وثبت الاقدام ان لا قینا

لہذا (اے اللہ تو ہی ہمارے اوپر سکینہ اور وقار نازل فرما۔ اور اگر ہم دشمن کے ساتھ ٹکرا بیٹھیں تو تو ہی ہمیں مضبوطی اور ثابت قدمی عطا فرما۔

اللٰھم ان العیش عیش الاٰخرة　　　　فا رحم الانصارو المھاجرة

اے اللہ! بے شک اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین سب پر رحم فرما۔[15]

نتائج تحقیق

یہ تحقیقی مقالہ رسول اکرم ﷺ، اور حضرت عبد المطلب کے درمیان تعلق کی تفصیلات کو واضح کرتا ہے اور ان کے تعلق کے تاریخی، دینی، اور اجتماعی پہلوؤں کو تلاش کرتا ہے۔ اس تحقیق سے نتائج سامنے آتے ہیں کہ حضرت عبد المطلب نے رسول اکرم ﷺ کی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری کا فریضہ سرانجام دیا۔ والد کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کی نہ صرف سرپرستی کی بلکہ آپ کے حقوق سے متعلق اپنے ورثاء کو تاکید بھی کی۔ اس مطالعے سے رسول اکرم ﷺ اور حضرت عبد المطلب کے باہمی تعلق کی گہرائیوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

حوالہ جات

[1]۔ اصول کافی، ج1، ص439، قول امام جعفر صادق)(حاشیہ ابن ہشام، ج1، ص158

[2]۔ اسد الغابہ، ج1، ص، 13-14

[3]۔ اسد الغابہ، ج1، ص13

[4]۔ بحار الانوار، ج15، ص125)

[5]۔ جزری، یعقوبی وغیرہ

[6]۔ اصول کافی، ج1، ص448۔ مناقب، ج1، ص32

[7]۔ بحار الانوار، ج15، ص371

[8]۔ بحار الانوار، ج15، ص401

[9]۔ تاریخ یعقوبی، ج2، ص27

[10]. تاریخ یعقوبی، ج2، ص27

[11]۔ اسد الغابہ ج1 ص15

[12]۔ سیرہ ابن ہشام ج 1 ص179)، تاریخ طبری ج4 ص44، تاریخ یعقوبی 4 ج ص8، مروج الذہب ج 1 ص313، طبقات ابن سعد ج1 ص118

[13]۔ مناقب آل ابی طالب، ج1 صفحہ 35

[14]۔ تاریخ یعقوبی، ج2، ص29

[15]۔ دلائل النبوہ ج1 ص123